

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی غیر کی جانب سے اپنی طرف سے قربانی کر لے تو کیا یہ قربانی اس غیر کی طرف سے ادا ہو جائے گی؟ اس کی اجازت سے کرنے اور بغیر اجازت سے کرنے میں کچھ فرق ہوگا؟ ایسے ہی کیا اس میں اہل خانہ اور دیگر افراد کا فرق بھی ہوگا؟

اس بارے میں جزئیات بظاہر متعارض ہیں مثلاً اس جزئیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر غیر کی طرف سے خود قربانی اس کی اجازت سے کرے یا بدون اجازت کے، بہر صورت ناجائز ہے: رجل ضحی بشاة نفسه عن غیره لایجوز ذلک سواء کان بأمره أو بغیر أمره لأنه لا وجه لتصحیح الأضحیة عن الأمر بدون ملک الأمر والملک للأمر لایثبت إلا بالقبض ولم یوجد القبض لا من الأمر ولا من نائبه۔ (فی الخانیة علی الہندیة ۳: ۳۵۲، فی التاتاریخانیة ۱۷: ۴۴۴، فی البحر الرائق ۸: ۳۲۶، فی الہندیة ۵: ۳۰۴، فی رد المحتار ۹: ۵۲۴)۔

لیکن دوسری جزئیات سے امر کی اجازت سے کرنے میں جواز معلوم ہوتا ہے: ولو ضحی غنی عن نفسه وعن ستة من اولاده لیس هذا فی ظاہر الروایة وقال الحسن بن زیاد رضی اللہ عنہ فی کتاب الأضحیة له إن کان أولاده صغاراً جاز عنه وعنهم جميعاً فی قول أبی حنیفة رضی اللہ عنہ وأبى یوسف رضی اللہ عنہ وإن کانوا كباراً إن فعل بأمرهم جاز عن الكل فی قول أبی حنیفة رضی اللہ عنہ وأبى یوسف رضی اللہ عنہ وإن فعل بغیر أمرهم أو بغیر أمر بعضهم لایجوز لاعنه ولا عنهم فی قولهم جميعاً لأن نصیب من لم يأمر صار لحمًا فکان الكل لحمًا۔ وفي قول الحسن بن زیاد رضی اللہ عنہ إذا ضحی بدنة عن نفسه وعن خمسة من اولاده الصغار وعن أم ولده بأمرها أو بغیر أمرها لایجوز لاعنه ولا عنهم وقال ابو القاسم رضی اللہ عنہ یجوز عن نفسه (فی الخانیة علی الہندیة ۳: ۳۵۰، فی التاتاریخانیة ۱۷: ۴۴۴، فی البحر ۸: ۳۲۶، فی الہندیة ۵: ۳۰۴، فی رد المحتار ۹: ۵۲۴)۔

اؤل الذکر جزئی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جانور میں امر کی ملکیت کا ثابت ہونا ضروری ہے، اگر وہ اجازت بھی دے تو بھی چونکہ اس کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی لہذا قربانی درست نہ ہوگی، چاہے جانور چھوٹا ہو یا بڑا، اسی سے استدلال کرتے ہوئے فتاویٰ محمودیہ (۲۶: ۲۵۰) پر قربانی کو ناجائز کہا ہے، کیونکہ یہاں ملکیت امر کے لئے یا تو بیع سے ثابت ہوگی یا پھر ہبہ سے، مذکورہ صورت میں بیع ہوئی نہیں اور ہبہ کے لئے قبضہ شرط ہے، اگر یہ کہا جائے کہ واہب موهوب لہ کی طرف سے خود ہی قبضہ کر لیتا ہے یا اقتضاء اس کا قبضہ مانا جائے جیسا کہ فتاویٰ محمودیہ (۲۶: ۲۳۵) پر حضرت نے مانا ہے، تو پھر یہ جزئیات متعارض معلوم ہوتی ہیں: ان الواحد لا یصلح أن یكون مسلماً ومتسلماً۔ فی الخانیة علی الہندیة (۲: ۲۵۸)، یغتفر فی التوابع ما لا یغتفر فی غیرہا فلو وکل المشتري البائع فی قبض المبیع لایجوز۔۔۔ لأنه عامل لنفسه لوجوب تسلیمه علیہ۔ فی شرح الحجیة (۱: ۱۳۱، المادة ۵۶)، بیع میں قبضہ شرط نہیں اس کے باوجود جب مشتری بائع کو قبضہ کرنے کا وکیل نہیں بنا سکتا تو ہبہ میں جہاں قبضہ شرط اور ہبہ کا ایک رکن ہے، وہاں واہب ہی موهوب لہ کی طرف سے کیسے قبضہ کر سکتا ہے؟ احسن الفتاویٰ ۷: ۵۲۱ میں ہبہ المشاء میں قبضہ کو شرط نہیں قرار دیا، اگرچہ مشاء غیر مقسوم کا ہبہ صحیح ہے تاہم اس میں بھی محوز مقسوم کی طرح قبضہ شرط ہے کمانی الدرر المختار ۸: ۵۷۳: وتتم بالقبض ولو الموهوب شاغلاً لملک الواهب لا مشغولاً بہ فی محوز مقسوم ومشاء لا یقسم لا فیما یقسم: ایسے ہی احسن الفتاویٰ میں مذکورہ حوالہ ہی سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے، کہ صرف شاة میں ملکیت لازم ہے، اور اؤل الذکر جزئیہ کو شاة کے ساتھ خاص کیا ہے، بڑے جانور میں قربانی باذن الأمر کو جائز کہا ہے، اگر ایسا ہے تو پھر صرف شاة کے ساتھ خصوصیت کی وجہ سمجھ نہیں آرہی ہے؟ حالانکہ شاة تو غیر مشاء محوز ہے، اس میں تو بطریق اولیٰ امر کی اجازت سے قربانی جائز ہونی چاہئے تھی؟



ثانی الذکر جزئیہ میں اولاد صغار کی طرف سے قربانی کو سب نے جائز کہا ہے، اس کی وجہ تو یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اگر والد اولاد صغار کو ہبہ کرے تو صرف والد کے ہبہ کرنے ہی سے ہبہ مکمل ہو جائے گا کمانی الخانیہ علی الھندیہ (۳: ۲۷۰، ۲۷۹)، لیکن پھر کبار اولاد کی اجازت سے جو فقہاء نے جواز کا قول اختیار کیا ہے تو اس صورت میں ان کی ملکیت جانور میں کیسے ثابت ہوگی؟

ایسے ہی کیا مؤخر الذکر جزئیہ میں کبار اور مابعد میں ام ولد سے مطلقاً غیر مراد لیا جاسکتا ہے؟

فتاویٰ تاتار خانیہ (۱۷: ۴۴۴) امام ابو یوسفؒ کے قول کے کبار اولاد کی طرف سے بغیر ان کی اجازت کے بھی قربانی کو استحساناً جائز کہا ہے، اور اس استحسان کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ ہر سال چونکہ ان کی طرف سے والد کو اجازت ہوتی ہے تو یہاں بھی اجازت ہی سمجھی جائے گی اور پھر آگے فرمایا: فہذہ المسئلة نص وتعلیلها دلیل علی التصحیح عن الغیر بأمروہ یجوز۔ کیا اس استحسان سے مطلقاً غیر کی طرف سے بھی علت نکالی جاسکتی ہے؟ غیر کی ملکیت جانور میں کیسے ثابت ہوگی؟

باقی یہ بات رہ جاتی ہے کہ عبادات مالیہ میں فقہاء نے صرف اجازت کو نیابت کے لئے شرط قرار دیا ہے تو اضحیہ بھی عبادات مالیہ میں سے ہے لہذا یہاں بھی اجازت سے نیابت جائز ہونی چاہئے، اگر ایسا ہی ہے تو پھر شاة میں اجازت سے نیابت کیوں درست نہیں ہوتی؟

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبادات مالیہ میں نائب اصل کی طرف سے اجازت کے ساتھ جب فقیر کو ادائیگی کرتا ہے تو فقیر پہلے اصل کی طرف سے قبضہ کرتا ہے اور پھر اپنی طرف سے کمانی رد المحتار (۳: ۳۴۲): (یجوز لو بأمروہ) أی: یجوز عن الزکاة علی أنه تملیک منه والدائن یقبضہ بحکم النیابة عنه ثم یصیر قابضاً لنفسه۔ فتح۔۔۔ (وهو الوجه) لانه لا بد من کونه تملیکاً وهو لا یقع عند امره بل عند اداء المأمور وقبض النائب۔ اور قربانی میں نائب کی طرف سے قابض موجود نہیں، یہی وجہ ہے کہ اگر زکوة میں نائب پہلے ادائیگی کر دے اور پھر اجازت حاصل کرے تو یہ جائز نہیں کمانی رد المحتار (۳: ۲۲۳) لمافی البحر: لو أدى زکاة غیره بغير امره فبلغه فأجاز لم یجوز، کیونکہ اس صورت میں فقیر کا قبضہ براہ راست ثابت ہو چکا ہوتا ہے، تو اصل کی طرف سے نیابت قبضہ نہیں کرتا، لہذا دوسری عبادات مالیہ میں صرف نیابت کے لئے اذن کے جائز ہونے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہاں اصل کی طرف سے قبضہ کرنے والا موجود ہوتا ہے برخلاف قربانی کے۔

براہ کرام ان تمام صورتوں کا بالتفصیل جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

المستقی:

محمد ابراہیم

03319347574



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
الجواب حامداً و مصلياً

سوال میں مذکور دونوں عبارتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

(۱) [و لو ضحى غني بدنة عن نفسه و عن ستة من أولاده ليس هذا في ظاهر الرواية\* و قال الحسن بن زياد رحمه الله تعالى في كتاب الأضحية له إن كان أولاده صغاراً جاز عنه وعنهم جميعاً في قول أبي حنيفة و أبي يوسف رحمهما الله تعالى و إن كانوا كباراً إن فعل بأمرهم جاز عن الكل في قول أبي حنيفة و أبي يوسف رحمهما الله تعالى و إن فعل بغير أمرهم أو بغير أمر بعضهم لا يجوز لا عنه و لا عنهم في قولهم جميعاً لأن نصيب من لم يأمر صار لحماً فكان الكل لحماً\* و في قول الحسن بن زياد رحمه الله تعالى إذا ضحى بدنة عن نفسه و عن خمسة من أولاده الصغار و عن أم ولده بأمرها أو بغير أمرها لا يجوز لا عنه و لا عنهم و قال أبو القاسم رحمه الله تعالى يجوز عن نفسه\*]



(۲) [رجل ضحى بشاة نفسه عن غيره لا يجوز ذلك سواء كان بأمره أو بغير أمره لأنه لا وجه لتصحيح الأضحية عن الأمر بدون ملك الأمر والمملك للأمر لا يثبت إلا بالقبض ولم يوجد القبض لا من الأمر ولا من نائبه.]

عدم تعارض کی وجہ یہ ہے کہ پہلی (۱) عبارت کا تعلق اشراک فی الاضحیہ سے ہے، جس میں ایک بڑے جانور میں اولاد کو شریک کر کے اُن کی طرف سے قربانی کرنے کا ذکر ہے۔ اس صورت میں سب کی قربانی ادا ہو جائیگی؛ کیونکہ اس صورت میں جانور میں اولاد کی ملکیت بصورت اذن نفس شرکت سے ہی ثابت ہو جائیگی، اولاد کا قبضہ کرنا ضروری نہیں ہے؛ وجہ اس کی یہ ہے کہ شرکت کی صورت میں کسی چیز پر ملکیت قائم ہونے کے لیے اُس چیز پر قبضہ کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ بلکہ نفس شرکت سے ہی شریک کی ملکیت اُس چیز میں آجاتی ہے۔

جبکہ دوسری (۲) عبارت میں جو مسئلہ ذکر ہے وہ اشراک فی الاضحیہ کا نہیں ہے بلکہ اس میں ایک آدمی دوسرے کی طرف سے اپنی ذاتی بکری کی قربانی کر رہا ہے۔ اس صورت میں جب تک مضحیٰ عنہ خود یا اپنے نائب کے ذریعہ بکری پر قبضہ نہ کر لے، مضحیٰ عنہ کی طرف سے بکری کی قربانی کرنا درست نہیں؛ کیونکہ

خود مالکِ شاة کو مضحی عنہ کی طرف سے وکیل بالقبض تصور کرنے میں وہی مخطور لازم آتا ہے جو آپ نے سوال میں ذکر کیا ہے۔

مذکورہ عبارت نمبر (۲) اگرچہ اثباتِ ملکیت کے قواعد کے مطابق ہے، لیکن کچھ دلائل کی بناء پر ہمارے نزدیک اس صورت میں بھی مضحی عنہ کی قربانی درست ہو جائیگی، بشرطیکہ ذابح نے اپنے ذاتی جانور کی قربانی مضحی عنہ کی اجازت سے کی ہو۔ وہ دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)۔۔۔ فقہاء کرامؒ نے عبادتِ مالیہ میں صرف نیابت کو کافی قرار دیا ہے جیسا کہ آپ نے بھی سوال میں ذکر کیا ہے۔ اسی لیے اگر کوئی شخص دوسرے کی طرف سے اُس کی اجازت سے زکوٰۃ یا صدقۃ الفطر ادا کر دے تو امر کی زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر ادا ہو جائیگا۔ اور اضحیٰ بھی ایک عبادتِ مالیہ ہے۔ لہذا زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر کی طرح دوسرے کی طرف سے قربانی کرنے میں صرف اُس کی اجازت کافی ہے۔

المبسوط للسرخسی - (8 / 12)

قال - رحمه الله تعالى - اعلم بأن القرب المالية نوعان نوع بطريق التملك كالصدقات ونوع بطريق الإتلاف كالتعق ويجتمع في الأضحية معنيان فإنه تقرب بإراقة الدم وهو إتلاف، ثم بالتصدق باللحم وهو تملك.

الهداية في شرح بداية المبتدي - (1 / 178)

والعبادات أنواع مالية محضنة كالزكاة وبدنية محضنة كالصلاة ومركبة منهما كالحج والنيابة تجزي في النوع الأول في حالتي الاختيار والضرورة لحصول المقصود بفعل النائب.

البحر الرائق، دارالكتاب الاسلامي - (3 / 64)

(قوله: النيابة تجزي في العبادات المالية عند العجز والقدرة، ولم تجز في البدنية بحال، وفي المركب منهما تجزي عند العجز فقط). بيان لانقسام العبادة إلى ثلاثة أقسام مالية محضنة كالزكاة وصدقۃ الفطر والإعتاق والإطعام والكسوة في الكفارات والعشر والنفقات سواء كانت عبادة محضنة أو عبادة فهي معنى المؤنة أو مؤنة فيها معنى العبادة كما عرف في الأصول.

الدر المختار - (4 / 328)

(ومن اشترى عبدا) مثلا (فقال له آخر: أشركني فيه فقال فعلت إن قبل القبض لم يصح، وإن بعده صح ولزمه نصف الثمن).



بدائع الصنائع، دارالكتب العلمية - (5 / 226)

فإن أطلق الشركة بأن أشركتك في هذا الكر فله نصف الكر كما لو  
قال: أشركتك في نصف الكر؛ لأن الشركة المطلقة تقتضي المساواة  
فتقتضي أن يكون نصيب الرجل مثل نصيبه.  
ولو أشرك رجلا في نصفه فلم يقبضه حتى هلك نصفه فالرجل بالخيار  
إن شاء أخذ نصف ما بقي وهو ربع الكر وإن شاء ترك؛ لأنه كان له  
نصف شائع من ذلك فما هلك هلك على الشركة وما بقي بقي على  
الشركة وله الخيار إذا كان قبل القبض؛ لأن الصفقة قد تفرقت عليه،  
وكذلك لو باع رجل نصف الكر ثم هلك نصفه قبل القبض لما قلنا.

الهداية في شرح بداية المبتدي - (3 / 5)

قال: "الشركة ضربان: شركة أملاك، وشركة عقود. فشركة الأملاك: العين  
يرثها رجلان أو يشتريانها فلا يجوز لأحدهما أن يتصرف في نصيب  
الآخر إلا بإذنه.

حاشية ابن عابدين (رد المحتار) - (2 / 269)

. قال في البحر: ولو تصدق عنه بأمره جاز ويرجع بما دفع عند أبي  
يوسف. وعند محمد لا يرجع إلا بشرط الرجوع اه تأمل

الدر المختار - (2 / 363)

(لا عن زوجته) وولده الكبير العاقل، ولو أدى عنهما بلا إذن أجزأ استحسانا  
للإذن عادة أي لو في عياله وإلا فلا فهستاني عن المحيط فليحفظ.

حاشية ابن عابدين (رد المحتار) - (2 / 363)

(قوله: ولو أدى عنهما) أي عن الزوجة والولد الكبير. وقال في البحر:  
وظاهر الظهيرية أنه لو أدى عن عياله بغير أمره جاز مطلقا بغير  
تقييد بالزوجة والولد. اه. (قوله: أجزأ استحسانا) وعليه الفتوى خانية.

الفتاوى الهندية (5 / 304)

ولو اشترى بقرة يريد أن يضحي بها، ثم أشرك فيها ستة يكره ويجزيهم؛ لأنه  
بمنزلة سبع شياه حكما، إلا أن يريد حين اشتراها أن يشركهم فيها فلا يكره،  
وإن فعل ذلك قبل أن يشتريها كان أحسن، وهذا إذا كان موسرا....

(۲)۔۔ فقہاء کرام نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ ایک عاقل شخص کے کلام کو جہاں تک ممکن ہو صحیح  
قرار دینے کی کوشش کرنی چاہئے، بلکہ بعض کتابوں میں تو اس کو واجب لکھا ہے۔ اسی وجہ سے فقہاء کرام نے

تصحیح عقد کیلئے بعض مسائل میں رکن بیع "قبول" اور شرط صحت بہہ "قبضہ" کو ساقط الا اعتبار قرار دیا ہے۔ اُسکی مثال فقہاء کرام نے یہ دی ہے کہ "ایک عورت اپنے رفیق (غلام) شوہر کے آقا سے یہ کہتی ہے [اعتقہ عنی بالف] اس کو میری طرف سے ایک ہزار کے بدلہ میں آزاد کر دو"۔ آقا یہ سن کر کہہ دیتا ہے [اعتقہ] میں نے آزاد کیا تو شوہر آزاد ہو جائیگا، اور دونوں کا نکاح ختم ہو جائیگا۔ فقہاء کرام نے تصحیح عقد کیلئے یہاں آقا اور عورت کے درمیان بیع کو مقتضی مان کر ملکیت کو آزادی سے مقدم تصور کیا ہے، کیونکہ عتق کیلئے ملکیت ضروری ہے، لیکن بیع کے رکن "قبول" کو ساقط الا اعتبار قرار دیا ہے۔ اور شوہر عورت کی ملکیت میں آنے سے آزاد ہو جائیگا للتنافی بین الملکین۔

لہذا قربانی کی صورت میں بھی جب کوئی دوسرے شخص کو یہ کہہ دے کہ آپ اپنی بکری کی قربانی میری طرف سے کر دیں، تو اب قربانی کی ادائیگی کے لیے آمر کا جانور پر قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ سابقہ جزئیات کی طرح یہاں بھی "قبضہ" یا "قبول" ساقط الا اعتبار ہے۔ جس طرح کسی شخص پر کفارہ ظہار ہو اور وہ دوسرے کو یہ کہہ دے کہ میری طرف سے کفارہ ظہار کا کھانا کھلا دو، تو اگر وہ شخص کھانا کھلا دے تو اس آمر کا کفارہ ادا ہو جائیگا۔ کھانے پر پہلے آمر کو قبضہ کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

الهدایة فی شرح بدایة المبتدی - (1 / 212)

قال: " وإذا كانت الحرة تحت عبد فقالت لمولاة أعتقه عني بالف ففعل ففسد النكاح " وقال زفر رحمه الله لا يفسد وأصله أنه يقع العتق عن الأمر عندنا حتى يكون الولاء له ولو نوى به الكفارة يخرج عن عهدتها وعنده يقع عن المأمور لأنه طلب أن يعتق المأمور عبده عنه وهذا محال لأنه لا عتق فيما لا يملكه ابن آدم فلم يصح الطلب فيقع العتق عن المأمور ولنا أنه أمكن تصحيحه بتقديم الملك بطريق الاقتضاء إذ الملك شرط لصحة العتق عنه فيصير قوله أعتق طلب التملك منه بالألف ثم أمره بإعتاق عبد الأمر عنه وقوله أعتقت تملكاً منه ثم الإعتاق عنه وإذا ثبت الملك للأمر ففسد النكاح للتنافي بين الملکین.

" ولو قالت أعتقه عني ولم تسم مالا لم يفسد النكاح والولاء للمعتق " وهذا عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله وقال أبو يوسف رحمه الله هذا والأول سواء لأنه يقدم التملك بغير عوض تصحيحاً لتصرفه ويسقط اعتبار القبض كما إذا كان عليه كفارة ظهار فأمر غيره أن يطعم عنه ولهما أن الهبة من شرطها القبض بالنص فلا يمكن إسقاطه ولا إثباته اقتضاء لأنه



فعل حسي بخلاف البيع لأنه تصرف شرعي وفي تلك المسئلة الفقير ينوب عن الأمر في القبض أما العبد فلا يقع في يده شيء لينوب عنه.

العناية شرح الهداية - (5 / 93)

وَقَوْلُهُ : ( لِأَنَّهُ ) يَعْنِي أَبَا يُوسُفَ ( يُقَدِّمُ التَّمْلِيكَ بِغَيْرِ عَوْضٍ تَصَحِيحًا لِتَصَرُّفِهِ ) أَي لِيَتَصَرَّفَ الْأَمْرَ لِمَا أَنَّ تَصَحِيحَ كَلَامِ الْعَاقِلِ وَاجِبٌ مَهْمَا أَمَكَّنَ وَقَدْ أَمَكَّنَ هَاهُنَا بِإِسْقَاطِ اعْتِبَارِ الْقَبْضِ لِأَنَّهُ شَرْطٌ ، وَقَدْ أَمَكَّنَ ذَلِكَ بِإِسْقَاطِ الْقَبُولِ الَّذِي هُوَ الرُّكْنُ فَلَأَنَّ يُمَكِّنَ بِإِسْقَاطِ الشَّرْطِ أَوْلَى ، فَصَارَ ( كَمَا إِذَا كَانَ عَلَيْهِ كَفَّارَةٌ ظَهَارٌ فَأَمَرَ غَيْرَهُ أَنْ يُطْعِمَ عَنْهُ ) فَفَعَلَ سَقَطَ عَنْهُ الْكَفَّارَةُ مِنْ غَيْرِ تَفْرِيقَةٍ بَيْنَ مَا إِذْ كَانَ الطَّلَبُ بِعَوْضٍ أَوْ بِغَيْرِهِ.

البحر الرائق، دارالكتاب الاسلامي - (3 / 221)

(قوله: حرة قالت لسيد زوجها: اعتقه عني بألف ففعل ففسد النكاح) ، وقال زفر: لا يفسد وأصله أنه يقع العتق عن الأمر عندنا حتى يكون الولاء له ولو نوى به الكفارة يخرج عن العهدة وعنده يقع عن المأمور لأنه طلب أن يعتق المأمور عبده عنه وهذا محال لأنه لا عتق فيما لا يملك ابن آدم فلم يصح الطلب فيقع العتق عن المأمور ولنا أنه أمكن تصحيحه بتقدم الملك بطريق الاقتضاء إذ الملك شرط لصحة العتق عنه فيصير قوله: اعتق طلب التملك منه بالألف ثم أمره بإعتاق عبد الأمر عنه وقوله: أعتقت تملك منه ثم إعتاق عنه وإذا ثبت الملك للأمر ففسد النكاح للتناهي بين الملكين.

فتح القدير للمحقق ابن الهمام الحنفي - (7 / 320)

كذا في حاشية الطحطاوي - (2 / 80)

المبسوط للسرخسي - (7 / 10)



(۳)۔۔ فقہاء کرامؒ نے عبادات میں بہت وسعت اختیار کی ہے۔ اور قدرتِ میسرہ اور قدرتِ ممکنہ کی تقسیم کر کے امت کیلئے بہت سہولت پیدا کی ہے، جس کی تفصیل ”الاشباہ والنظائر“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ (تفصیل کے لیے کتاب کا حوالہ نیچے درج ہے)۔ نیز قربانی کے مسائل میں بھی فقہائے کرامؒ نے کئی مسائل میں استحسان سے کام لیا ہے۔ ”مثلاً دو آدمیوں نے غلطی سے ایک دوسرے کے قربانی کے جانور کو اپنی طرف سے ذبح کر دیا تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں کی قربانی درست نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ دوسرے کی قربانی کو بلا اجازت ذبح کرنا جائز نہیں ہے، اور ذبح کرنے والے پر اس کا ضمان آنا چاہئے، لیکن استحساناً فقہاء کرامؒ نے دونوں کی قربانی کو درست قرار دیا ہے۔ اور استحسان کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ مضمحی نے جب جانور قربانی کی نیت

سے خرید لیا تو وہ جانور قربانی کے لیے متعین ہو گیا، لہذا دوسرے کا اسے ذبح کرنا قربانی کے لیے مضر نہیں ہے۔“

اسی طرح امام محمدؒ سے منقول ہے کہ ”اگر کسی شخص نے یوم النحر میں عمداً دوسرے کی قربانی کو اُس کی اجازت کے بغیر ذبح کر دیا تو استحساناً جائز ہے۔ یعنی یہ قربانی مالکِ اضحیہ کی طرف سے ادا ہو جائیگی۔“ اور ”حاشیہ الطحاوی علی الدر“ میں ”تبيين“ کے حوالہ سے ایک مسئلہ ذکر کیا گیا ہے جسکے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ”اگر کسی نے دوسرے کی بکری غضب کر کے اپنی طرف سے اُس کی قربانی کر دی تو اگر مالک اُس بکری میں قربانی کی نیت کر کے اُسے مذبوحوہ حالت میں قبول کر لے تو مالک کی قربانی ادا ہو جائیگی۔“ حالانکہ مالک نے ابتداءً قربانی کی اجازت نہیں دی تھی لیکن پھر بھی حاشیہ الطحاوی میں اسے درست قرار دیا گیا ہے۔ لیکن علامہ شامیؒ نے یہ مسئلہ اُس صورت پر محمول کیا ہے جب کہ بکری قربانی کے لیے متعین ہو، لیکن اگر بکری قربانی کے لیے متعین نہ ہو تو اس صورت میں ذبح ہونے کے بعد قربانی نہ ذبح کی طرف سے ہوگی نہ مغضوب منہ کی طرف سے۔“ (لیکن اگر آمر کی طرف سے اجازت موجود ہو تو قربانی کے جائز ہونے میں کوئی اشکال معلوم نہیں ہوتا)۔

الدر المختار - (6 / 329)

(ولو) (غلط اثنان وذبح كل شاة صاحبه) يعني عن نفسه على ما دل عليه قوله غلط أو لم يغلطا فيكون كل واحد وكيلًا عن الآخر دلالة هداية قاله ابن الكمال، وظاهر كلام صدر الشريعة وغيره وقوعه عن صاحبه (صح) استحسانا (بلا غرم) ويتحالفان ولو أكلا ولم يعرفا ثم عرفا هداية، وإن تشاحا ضمن كل لصاحبه قيمة لحمه وتصدق بها.

قلت: وفي أوائل القاعدة الأولى من الأشباه: لو شراها بنية الأضحية فذبحها غيره بلا إذنه، فإن أخذها مذبوحة ولم يضمه أجزأته، وإن ضمنه لا تجزئه، وهذا إذا ذبحها عن نفسه. أما إذا ذبحها عن مالكها فلا ضمان عليه فراجعه. (كما) يصح (لو ضحى بشاة الغصب) إن ضمنه قيمتها حية؛ كما إذا باعها وكذا لو أتلفها ضمن لصاحبها قيمتها هداية لظهور أنه ملكها بالضمنان من وقت الغصب (لا الوديعة وإن ضمنها) لأن سبب ضمانه هنا بالذبح والمملك يثبت بعد تمام السبب وهو الذبح فيقع في غير ملكه.





وفى الشامية حاشية ابن عابدين (رد المحتار) - (6 / 329)

وفى الإملاء قال محمد: لو ذبحها متعمدا عن صاحبه يوم النحر ولم يأمره جاز أيضا استحسانا لأنها هيئت للذبح.

الهداية في شرح بداية المبتدي - (4 / 361)

قال: "وإذا غلط رجلان فذبح كل واحد منهما أضحية الآخر أجزأ عنهما ولا ضمان عليهما" وهذا استحسان، وأصل هذا أن من ذبح أضحية غيره بغير إذنه لا يحل له ذلك وهو ضامن لقيمتها، ولا يجزئه عن الأضحية في القياس وهو قول زفر وفي الاستحسان يجوز ولا ضمان على الذابح، وهو قولنا. وجه القياس أنه ذبح شاة غيره بغير أمره فيضمن، كما إذا ذبح شاة اشتراها القصاب. وجه الاستحسان أنها تعينت للذبح لتعينها للأضحية حتى وجب عليه أن يضحى بها بعينها في أيام النحر. ويكره أن يبدل بما غيرها فصار المال مستعينا بكل من يكون أهلا للذبح آذنا له دلالة لأنها تفوت بمضي هذه الأيام، وعساه يعجز عن إقامتها بعوارض فصار كما إذا ذبح شاة شد القصاب رجلها..... "ومن غصب شاة فضحى بها ضمن قيمتها وجاز عن أضحيته" لأنه ملكها بسابق الغصب، بخلاف ما لو أودع شاة فضحى بها لأنه يضمنه بالذبح فلم يثبت الملك له إلا بعد الذبح، والله أعلم بالصواب.



و فى حاشية الطحطاوى على الدرر ج4ص167

(قوله حية) حال من الضمير فى قيمتها لانه ملكها بالضمان من وقت الضصب بطريق الاستناد لكنه ياتم لان ابتداء فعله وقع محظورا فيلزمه التوبة والاستغفار- شبلى. واما اذا اخذها المالك مذبوحه و ضمنه النقصان لا تجوز عن اضحية عنهما فعلى كل واحد منهما ان يضحى باخرى. و فى التبيين انها تجزى المالك لانه نواها هنا فلا يضر ذبح غيره و هو الذى قدمناه عن صاحب المحيط.

و لكن يخالفه ما ذكر العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى فى رد المحتار:

قال فى البدائع: غصب شاة فضحى بها عن نفسه لا تجزئه لعدم الملك ولا عن صاحبها لعدم الإذن، ثم إن أخذها صاحبها مذبوحه وضمنه النقصان فكذلك لا تجوز عنهما وعلى كل أن يضحى بأخرى، وإن ضمنه قيمتها حية تجزئ عن الذابح لأنه ملكها بالضمان من وقت الغصب بطريق الاستناد فصار ذابحا شاة هي ملكه فتجزئه ولكنه ياتم لأن ابتداء فعله وقع محظورا فيلزمه التوبة والاستغفار اهـ. أقول: ولا يخالف هذا ما مر عن

الأشباه والزيلعي من أنه إن ضمنه وقعت عن الذابح وإلا فعن المالك  
لأن ذاك فيما إذا أعدها صاحبها للأضحية فيكون الذابح مأذونا دلالة  
كما مر تقريره وهنا في غيره، ولذا عبروا هنا بشاة الغصب ولم يعبروا  
بأضحية الغير فافهم. (رد المحتار) - (6 / 331)

الأشباه والنظائر - حنفي - (1 / 99)

ما وسع فيه أبو حنيفة و ما وسع فيه الأئمة.

(۴)۔۔ فقہی روایات سے اس مسئلہ کے بارے میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ (یعنی ایک ہی شخص عقد کے دو طرف کی انجام دہی نہیں کر سکتا، یا بائع مشتری کی طرف سے بیع پر قبضہ نہیں کر سکتا) یہ اس وقت ہے جب کہ اس کی وجہ سے کوئی شرعی محذور لازم آ رہا ہو، یا مستقبل میں شرعی محذور کا سبب بن سکتا ہو۔ لیکن اگر کہیں شرعی محذور لازم نہیں آ رہا، یا آئندہ وہ اس کا سبب بھی نہیں بن سکتا تو پھر اس میں کوئی خرابی معلوم نہیں ہوتی، اس کی کچھ نظائر علامہ قاضی خانؒ نے اپنی کتاب میں ذکر کی ہیں۔ مثلاً اگر وصی اپنے مال کو یتیم کے ہاتھ فروخت کر دے، یا اس کا مال خود خرید لے بشرطیکہ یہ خرید و فروخت یتیم کیلئے اصلاح ہو تو جائز ہے۔ اس صورت میں یتیم کے قبول کرنے یا اس کے قبضہ کو فقہاءؒ نے ضروری قرار نہیں دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

فتاویٰ قاضیخان - (3 / 15)



الواحد لا يتولى العقد من الجانبين إلا في مسائل\*....

ومنها الوصي إذا باع ماله من اليتيم أو يشتري مال اليتيم لنفسه وكان ذلك

خير لليتيم\* ومنها الوصي إذا اشتري مال اليتيم للقاضي بأمر القاضي\* ومنها

العبد يشتري نفسه ممن مولاه بأمر المولى\* .

(۵)۔۔ سوال میں مذکورہ عبارت [رجل ضحی بشاة نفسه عن غيره لا يجوز ذلك سواء كان بأمره أو بغير أمره لأنه لا وجه لتصحيح الأضحية عن الامر بدون ملك الامر والملك للامر لا يثبت إلا بالقبض ولم يوجد القبض لا من الامر ولا من نائبه.] ظاہر الروایہ نہیں ہے، بلکہ فتاویٰ تاتارخانیہ، لسان الحکام، بحر الرائق اور فتاویٰ ہندیہ میں یہ روایت ”کتاب النوازل“ فتاویٰ ابی الیث سے لی گئی ہے جس کی تصریح ان کتابوں میں موجود ہے۔ اور ہماری معلومات کے مطابق مذکورہ عبارت عام متون، شامی، ہدایہ، بدائع الصنائع، شرح الوقایہ، مجمع الانہر میں موجود نہیں ہے۔ یہ مسئلہ حضرات ائمہ حنفیہ متقدمین امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور ان کے اصحاب سے منقول نہیں ہے، بلکہ بعد میں آنے والے متاخرین ائمہ کی تفریعات میں سے ہے۔

اور فتاویٰ میں ذکر کردہ وہ مسائل جو ظاہر الروایۃ میں موجود نہ ہوں، اُن کے بارے میں علامہ محمد بدر الدین الشہاوی الحنفیؒ نے اپنی کتاب ”الطراز المذہب فی ترجیح الصحیح من المذہب“ میں فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ

”اگر فتاویٰ میں کوئی مسئلہ کتبِ مذہب سے لیکر ذکر کیا گیا ہو، لیکن وہ ہمارے اصحاب کی کتبِ مدونہ میں ذکر کردہ اصولوں کے مخالف ہو تو اس پر عمل نہیں کیا جائیگا۔ اور جو شخص یہ کہے کہ اگر فتاویٰ کا کوئی مسئلہ کتبِ مذہب کے مخالف ہو، لیکن اس کی تصحیح کی گئی ہو تو اس پر عمل کیا جائیگا، تو یہ بات ہمارے اصحاب کی کتابوں اور اُن کے بیان کردہ قواعد سے ناواقفی کی بناء پر ہے۔۔۔۔۔ علامہ نے آگے چل کر اس کی تائید میں ”أُفْعُ الْمَسَائِلِ“ کی ایک عبارت نقل کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ”اگر کوئی معاملہ اس بات میں دائر ہو کہ فتاویٰ کے قول کے مطابق فتویٰ دیا جائے یا جس مسئلہ کی صراحت کتبِ مذہب میں کی گئی ہے اُس کے مطابق فتویٰ دیا جائے، تو اس صورت میں فتاویٰ کے قول پر فتویٰ نہیں دیا جائیگا، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ فتاویٰ استیناس کے لیے ہوتے ہیں وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ کتبِ مذہب کے معارض نہ ہوں۔ لیکن فتاویٰ کے ساتھ کتبِ مذہب بھی موجود ہوں تو پھر فتاویٰ کی طرف التفات ہی نہیں کیا جائیگا، خاص کر جب کہ اُن میں مفتی بہ کی صراحت بھی نہ کی گئی ہو۔“

علامہ شہاویؒ فرماتے ہیں کہ ”یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ عمل اور فتویٰ کتبِ مذہب پر دیا جائیگا نہ کہ فتاویٰ پر۔“

اسی طرح علامہ مفتی مظفر حسین مظاہریؒ ایسے مسائل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ”اِن پر اُس وقت عمل کیا جائیگا جب وہ مذہب کے اصولی قواعد کے موافق ہوں اور ان کے صحیح ہونے پر کوئی دلیل قائم ہو۔“

لہذا ذکر کردہ دلائل کی بناء پر ہمارا رجحان اس طرف ہے کہ اپنا ملکیتی جانور دوسرے کی طرف سے قربان کرنے میں اُس کی صرف اجازت کافی ہے۔ مضحیٰ عنہ کو پہلے قربانی کے جانور پر قبضہ کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن چونکہ یہ جواب قواعد سے دیا گیا ہے اس لیے دوسرے علماء کرام سے بھی مسئلہ دریافت کر لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



لسان الحكام - (1 / 389)

وفي النوازل لو ضحى بشاة نفسه على غيره بأمره أو بغير أمره لا يجوز بخلاف العتق عن غيره فإنه لو أعتق عبده عن كفارة رجل بأمره يجوز.

الفتاوى الهندية - (5 / 302)

ذكر في فتاوى أبي الليث - رحمه الله تعالى - إذا ضحى بشاة نفسه عن غيره بأمر ذلك الغير أو بغير أمره لا تجوز؛ لأنه لا يمكن تجويز التضحية عن الغير إلا بإثبات الملك لذلك الغير في الشاة، ولن يثبت الملك له في الشاة إلا بالقبض، ولم يوجد قبض الأمر هاهنا لا بنفسه ولا بنائبه، كذا في الذخيرة.

الطراز المذهب في ترجيح الصحيح من المذهب (ص ٧١ تا ٧٣)

إذا علم هذا فاعلم: أنه إذا ذكرت مسألة في الفتاوى من كتب المذهب و كان فيها ما يخالف أصول أصحابنا في كتبهم المدونة لا يعمل بها و من قال: إنه إذا وجدت مسألة في كتب الفتاوى [تخالف] كتب المذهب و ذكر فيها التصحيح، يكون العمل عليها، فذاك جهل من قائله لعدم اطلاعه على كتب أصحابنا و قواعدهم..... ومما يؤيد ذلك أيضاً ما صرح به في "أنفع المسائل" حيث قال: وإذا دار الأمر بين أن يفتى بقول الفتاوى و بين أن يفتى بما هو نص المذهب، لا يفتى بقول الفتاوى بل يقول: الفتاوى إنما يستأنس بها إذا لم يوجد ما يعارضها من كتب المذهب، أما مع وجود غيرها فلا يلتفت إليها خصوصاً إذا لم يكن فيها نص على الفتوى.

قلت: فهذا كله دليل على أن العمل والفتوى على كتب المذهب لا على قول الفتاوى.

تعليقات الشيخ المفتى مظفر حسين المظاهري (شرح عقود رسم المفتى ص/ ٧٠ مكتبة دار الكتاب)

قوله "الثالثة الفتاوى و الواقعات": أعلم أن مرتبة الكتب الستة في الاصول كالصحيحين..... إلى أن قال: أما الفتاوى فهي أقل درجة من النوادر، فان ما فيها ليس جميعه من أقوال أصحاب المذهب، وليس له إسناد يرفعه إلى قائله، إنما جمعها أشخاص من المتفقيين لم يعرف حالهم في الرواية و حسن الدراية، فلا يعمل بها ولا يقبل ما فيها مما لم يوجد في كتب



الأصول و النوادر إلا بشرط أن يوافق قواعد المذهب الأصولية، ويقوم

على صحته الدليل.

شرح عقود رسم المفتى (٢٢٢٣ تا ٢٢٢٤)

الثالثة الفتاوى والوقعات و هي مسائل إستنبطها المجتهدون المتأخرون لما سئلوا  
عن ذلك ولم يجدوا فيها رواية عن أهل المذهب المتقدمين و هم أصحاب  
يوسف ومحمد وأصحاب أصحابهما و هلم جر، وهم كثيرون. والله سبحانه وتعالى اعلم

نعمان علي خان

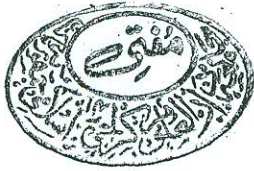
نعمان علي خان

دارالافتاء جامعة دارالعلوم كراچی

٢١ / ذی القعدة / ١٤٣٣ھ

٢٥ / اگست / ٢٠١٢ء

الرجوع إلى  
التقويم في غفر الله  
٢١ / ١١ / ١٤٣٣ھ



الجواب أحمد  
شاه محمد تفضل علي  
٢٤ / ١١ / ١٤٣٣ھ

الرجوع إلى  
المفتى

١ / ١٢ / ١٤٣٣ھ

الجواب صحيح

شبه محمد تفضل علي في

٢١ / ١١ / ١٤٣٣ھ



الجواب صحيح

محمد

٢٣ / ١١ / ١٤٣٣ھ

الرجوع إلى  
٢٤ / ١١ / ١٤٣٣ھ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آئینہ آنے والی تحریر سابقہ فتویٰ میں میں ذکر کی گئی تھی، لیکن حضرت نائب صدر صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ”سابقہ مسئلہ میں ان احادیث سے بڑے جانور میں دوسرے کی ملکیت ثابت ہونے پر تو استدلال کیا جاسکتا ہے، لیکن چھوٹے جانور میں ملکیت ثابت کرنے کے لیے ان احادیث سے استدلال نہیں کیا جاسکتا؛ کیونکہ بڑے جانور میں ملکیت ”اشراک“ سے ثابت ہو جائیگی۔ لیکن چھوٹے جانور میں ملکیت کا ثبوت پھر بھی محتاج دلیل رہے گا۔ اس لیے یہ تحریر حذف کرنے کا فرمادیا۔“

تاہم حضرت مفتی محمود اشرف صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ارشاد فرمایا کہ ”اس تحریر کو فتویٰ کا حصہ تو نہ بنایا جائے، لیکن تبویب کے رجسٹر میں مذکورہ سوال و جواب کے ساتھ چسپاں کر دیا جائے، تاکہ یہ تحریر بھی مذکورہ فتویٰ دیکھنے والے کے ذہن میں رہے۔“

از: نعمان علی خان (سال سوم ۱۴۳۷ھ)

(الف)۔۔۔ صلح حدیبیہ میں آپ ﷺ اپنے ساتھ ذاتی ستر اونٹ لیکر گئے تھے، بعد میں آپ ﷺ نے ہر اونٹ میں سات صحابہ کو شریک کیا، اور حلال ہونے کے واسطے ان کی طرف سے یہ اونٹ نحر کیے گئے۔ لیکن ان روایات میں اس بات کا ذکر نہیں ملتا کہ ان صحابہ کو پہلے ان اونٹوں کا بذریعہ بیع یا ہبہ مالک بنایا گیا تھا، پھر ان کی طرف سے یہ اونٹ نحر کیے گئے۔ بلکہ صحیح ابن خزیمہ میں یہ واقعہ جس عنوان کے تحت ذکر کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اونٹوں میں مختلف قبائل کے لوگوں کو شریک کیا گیا تھا۔ اور یہ بات بہت دشوار ہے کہ ان مختلف قبائل کے لوگوں کو پہلے بذریعہ بیع یا ہبہ مالک بنایا گیا ہو، پھر انہیں نحر کیا گیا ہو۔

شرح معانی الآثار - (4 / 174)

حَدَّثَنَا فَهْدٌ قَالَ: ثنا يُونُسُ بْنُ بُهْلُولٍ، قَالَ: ثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ قَالَ:  
ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ ابْنِ شَهَابٍ، عَنِ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمِسْوَرِ  
بْنِ مَخْرَمَةَ، وَمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، قَالَا: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
عَامَ الْحَدِيثِيَّةِ يُرِيدُ زِيَارَةَ الْبَيْتِ، وَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيِ، وَكَانَ الْهَدْيُ سَبْعِينَ  
بَدَنَةً، وَكَانَ النَّاسُ سَبْعِمِائَةَ رَجُلٍ، وَكَانَتْ كُلُّ بَدَنَةٍ عَنْ عَشْرَةٍ قَالَ أَبُو  
جَعْفَرٍ: فَذَهَبَ قَوْمٌ إِلَى أَنَّ الْبَدَنَةَ تُجْرَى فِي الْهَدَايَا وَالضَّحَايَا عَنْ عَشْرَةٍ،  
وَاحْتَجُّوا فِي ذَلِكَ بِهَذَا الْحَدِيثِ. وَخَالَفَهُمْ فِي ذَلِكَ آخَرُونَ فَقَالُوا: لَا تُجْرَى  
الْبَدَنَةُ إِلَّا عَنْ سَبْعَةٍ، وَقَالُوا: قَدْ رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَحْرِ  
الْبَدْنِ يَوْمَ الْحَدِيثِيَّةِ، مَا يُخَالِفُ هَذَا. وَذَكَرُوا فِي ذَلِكَ



صحيح ابن خزيمة - (4 / 290)

قال أبو بكر في خبر ابن إسحاق : ساق معه الهدى سبعين بدنة و كان  
الناس سبعمائة رجل يريد سبعمائة رجل الذين نحر عنهم السبعين البدنة  
لا أن جميع أصحابه الذين كانوا معه بالحديبية كانوا سبعمائة رجل من  
الجنس الذي نقول إن إسم الناس قد يقع على بعض الناس كقوله تعالى  
{ الذين قال لهم الناس إن الناس قد جمعوا لكم }.

عمدة القاري شرح صحيح البخاري - (15 / 215)

وفي رواية الدارقطني أن النبي ساق يوم الحديبية سبعين بدنة عن سبعمائة  
رجل وفي رواية كانوا في الحديبية خمس عشرة مائة وفي رواية أربع  
عشرة مائة.

شرح عمدة الأحكام لعبد الله بن جبرين - (4 / 41)

وأكثر ما كانوا يهدون البدن التي هي الإبل، يقول الله تعالى: { وَالْبُدْنَ  
جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ  
فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ } [الحج:36]، فهذا  
هو الأصل في الهدى، وقد كان النبي صلى الله عليه وسلم يهدي كثيراً،  
ففي غزوة الحديبية سنة ست لما توجه إلى مكة ومعه أصحابه ساق معه  
مائة بدنة أو سبعين بدنة، وللصحابة الذين معه غيرها، فوصلوا إلى  
الحديبية، ولكن لم يمكنهم المشركون من أن يصلوا إلى البيت فصدوهم  
عنه، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: ( انحروها في مكانكم وتحللوا ).

صحيح ابن خزيمة - (4 / 287)

باب إباحة اشتراك النفر في البدنة و البقرة الواحدة و إن كان من يشترك  
في البقرة الواحدة أو البدنة الواحدة من قبائل شتى ليسوا من أهل بيت

واحد مع الدليل أن سبع بدنة و سبع بقرة تقوم مقام شاة في الهدى.

ثنا عبد الرحمن بن بشر بن الحكم ثنا يحيى عن ابن جريح و ثنا محمد بن معمر  
القيسي ثنا محمد — ابن بكر أخبرنا ابن جريح أخبرني أبو الزبير أنه سمع جابرا  
يقول : اشتركنا مع رسول الله صلى الله عليه و سلم في الحج و العمرة كل  
سبعة في بدنة زاد عبد الرحمن في حديثه : و نحرنها يومئذ سبعين بدنة و قالوا  
جميعاً فقال له رجل : رأيت البقرة اشترك فيها من يشترك في الجزور ؟ فقال :  
ما هي إلا من البدن و خص جابر الحديبية و قال عبد الرحمن : فنحرنها يومئذ



كل بدنة عن سبعة و قال ابن معمر قال : اشتركتنا كل سبعة في بدنة و نحرنا  
سبعين بدنة يومئذ و الباقي لفظا واحدا.

(ب)۔۔۔ ”صحیح بخاری“ اور ”صحیح ابن خزیمہ“ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی طرف سے ایک گائے ذبح کی تھی۔ اور بخاری میں یہ حدیث جس عنوان کے تحت آئی ہے اُس کا عنوان یہ ہے ”آدمی کا اپنی بیویوں کی طرف سے اُن کے امر کے بغیر گائے ذبح کرنا۔“ اور ”صحیح ابن خزیمہ“ میں جس عنوان کے تحت یہ حدیث آئی ہے اُس کا عنوان یہ ہے ”متمتعہ عورت (حج تمتع کرنے والی) کے امر اور علم کے بغیر اُس کی طرف سے ذبح اور نحر کی اجازت“۔ اگرچہ اس حدیث کا تعلق ہدی کے جانور سے ہے لیکن فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ اضحیہ اور ہدی کی شرائط میں اشتراک پایا جاتا ہے یعنی جن شرائط کا اضحیہ میں لحاظ رکھنا ضروری ہے اُن شرائط کا ہدی میں بھی لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ لیکن اس حدیث میں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ وہ گائے بذریعہ بیچ یا ہبہ پہلے ازواجِ مطہرات کی ملکیت میں لائی گئی تھی اُس کے بعد اُن کی اجازت سے ذبح کر دی گئی۔ بلکہ اس عنوان سے تو عدم امر کی صورت میں بھی جواز معلوم ہو رہا ہے۔



صحیح البخاری-نسخة طوق النجاة - (1 / 352)

باب ذبح الرجل البقر عن نساءه من غير امرهن

حدثنا عبد الله بن يوسف أخبرنا مالك عن يحيى بن سعيد عن عمرة بنت عبد الرحمن قالت سمعت عائشة رضي الله عنها تقول خرجنا مع رسول الله لخمسة بقين من ذي القعدة لا نرى إلا الحج فلما دنونا من مكة أمر رسول الله من لم يكن معه هدي إذا طاف وسعى بين الصفا والمروة أن يحل قالت: فدخل علينا يوم النحر بلحم بقر فقلت ما هذا قال (قالوا) نحر رسول الله عن أزواجه.

صحیح ابن خزیمہ - (4 / 288)

باب اشتراك النساء المتمتعات في البقرة الواحدة .

ثنا محمد بن عبد الله بن ميمون بالإسكندرية ثنا الوليد عن الأوزاعي عن يحيى عن أبي سلمة عن أبي هريرة قال : ذبح رسول الله صلى الله عليه و سلم عمرا اعتمر من نساءه في حجة الوداع بقرة بينهن .  
قال الألباني : إسناده صحيح لغيره .



صحيح ابن خزيمة - (4 / 289)

باب إجازة الذبح و النحر عن المتمتعة بغير أمرها و علمها.

ثنا عبد الجبار بن العلاء ثنا سفيان قال سمعت يحيى بن سعيد يقول سمعت  
عمرة تقول : سمعت عائشة رضي الله عنها تقول : فلما كنا بمنى أتيت  
بلحم بقرة فقلت : ما هذا ؟ قالوا : هذا لحم بقر ضحى رسول الله صلى  
الله عليه و سلم عن نساءه بالبقر.

الهداية في شرح بداية المبتدي - (1 / 181)

" ولا يجوز في الهدايا إلا ما جاز في الضحايا " لأنه قرية تعلقت بإراقة الدم  
كالأضحية فيتخصصان بمحل واحد ".....

